eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813

CC BY
OPEN ACCESS

بشریٰ رحمٰن کے ناولٹ__ایک تجزیہ

An Analysis of Bushra Rehman’s Novelts

فوزیہ جبیں ,پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد
Fozia Jabeen, Ph.D Scholar, Department of Urdu
GC.Women University, Faisalabad
ڈاکٹر زمرد کوثر ,ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد
Dr.Zamurrad Kausar, Associate Professor,
Department of Urdu, GC.Women University
,Faisalabad.
ڈاکٹر صدف نقوی، اسسٹنٹ پرفیسر، شعبہ اُردو, گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد
Dr.Sadaf Naqvi, Assistant Professor, Department of
Urdu, GC.Women University,Faisalabad.

Abstract

Bushra Rehman is a multi-dimensional literary entity. She has established an integral identity in the prose of short story including novel, Novelet, short story & script writing. Bushra is sentimental writer. She has observed life with deep sight. Reclamation style is prominent in Bushra Rehman's Novelets. Besides this, her novelets seem to have coalition of old & modern civilization. Bushra's novelets contain miscellaneous topics. She has been acclaimed of carnality & circumstantiality writing.

Keywords: Fiction, Novelet, Reclamation, Coalition, Carnality.

کلیدی الفاظ: فکشن، ناولٹ، عمیق نظری، نفسیات نگاری، جزئیات نگاری، ہمہ جہت ۔

بشریٰ رحمٰن ہمہ جہت ادبی شخصیت ہیں۔ ذود نویسی ان کی منفرد خصوصیت ہے۔ انہوں نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے اور اس کا حق نبھایا ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے بہت سے ناول لکھے ہیں اور ناولٹ کے فن پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے اب تک بارہ ناولٹ شائع ہو چکے ہیں۔ ناولٹ ناول اور افسانے کے بیچ کی کڑی ہے۔ بشریٰ رحمٰن کے ناولٹ زندگی کے ہر پہلو کے آئینہ دار ہیں۔ ناولٹ قواعد کے اعتبار سے اسم تصفیر ہے۔ ادبی اصطلاح میں مختصر ناول کو ناولٹ کہا جاتا ہے۔ تیس یا چالیس ہزار الفاظ پر یا اس سے زائد چالیس ہزار سے لے کر تین لاکھ تک الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے۔ ویسے تو ناول اور ناولٹ میں حد قائم کرنا مشکل ہے کیونکہ موضوعات کے اعتبار سے ایک جیسی صفات کے حامل ہوتے ہیں۔

افسانوی ادب میں ناول، ناولٹ اور طویل و مختصر افسانہ کے درمیان خطِ امتیاز کھینچنا اس قدر آسان نہیں ہے۔ ناول اور ناولٹ کی ہئیت، تکنیک اور مختصر افسانہ کے فرق کو واضح کرنے کیلئے احسن فاروقی لکھتے ہیں :

> ”اگر تعمیر کی بجائے نقشہ حیات کی حیثیت سے دیکھا جائے تو یوں سمجھیئے کہ ایک شخص دور بین لئے کھڑا ہے اور ایک پہاڑ کی چوٹی کے محض نقط میں محو ہے تو وہ مختصر افسانہ نگار ہے۔ اگر پوری پہاڑی کو دیکھتا ہے تو ناولٹ نگار ہے اور اگر کوہسار کے پورے سلسلے کو دیکھ رہا ہے جس میں یہ پہاڑی بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پہاڑیاں بھی ہیں اور سب پوری کی پوری دکھائی دے رہی ہیں تو وہ ناول نگار ہو گا۔“ (۱)

بشریٰ رحمٰن ایک حساس ادیبہ ہیں۔ ان کا افسانوی ادب ان کے عمیق مشاہدے کی گواہی دیتا ہے۔ ناولٹ کا شمار بھی ان اصناف میں ہوتا ہے جس میں ناولٹ نگار کو جزئیات نگاری سے کام لینا پڑتا ہے۔ نفسیات نگاری میں بھی کما حقہ مہارت درکار ہوتی ہے۔ بشریٰ رحمٰن کے ناولٹ ہماری معاشرتی زندگی کے آئینہ دار ہیں۔

بشریٰ رحمٰن کا مشاہدہ وسیع ہے۔ زندگی کے ہر پہلو پر اُن کی نظر ہے۔ بشریٰ رحمٰن کا بنیادی نقطہ نظر معاشرے کی اصلاح ہے۔ ادب میں دو طرح کے نظریات ہیں۔" ادب برائے ادب" اور" ادب برائے زندگی" لیکن ان کے ساتھ ایک تیسرا نقطہ بھی ہے وہ ہے" ادب برائے عاقبت"۔ بشریٰ رحمٰن کے ناولٹ پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ادب میں اصلاحی پہلو کی طرف توجہ دیتی ہیں لیکن ادبیت کی چاشنی رومانوی اندازِ نظر کے ساتھ جدید پیرایہ اظہار نظر آتا ہے۔ بشریٰ رحمٰن کے ناولٹ قدیم و جدید تہذیب کا امتزاج نظر آتے ہیں۔ بشریٰ رحمٰن کے ناولٹ اُن کی ادبی زندگی کے ارتقاء کے آئینہ دار ہیں۔ ان کے ناولٹوں میں زندگی کا ہر رنگ دکھائی دیتا ہے۔ بشریٰ رحمٰن کہتی ہیں :

> "ناولٹ زندگی کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اچھے ناولٹ نگار کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنی کہانی میں اِن پہلوؤں پر قلم اُٹھائے جو نہ صرف ہمارے معاشرے میں موجود ہوتے ہیں بلکہ معاشرے کی دُکھتی رگیں ہوتے ہیں۔" (۲)

بشریٰ رحمٰن نے اپنے ناولٹوں میں بڑی حقیقت پسندانہ طریقے سے زندگی سے مسائل اور معاشرے میں موجود کمیوں اور کمزوریوں کو اتنی مہارت سے پیش کیا ہے کہ قاری کے دل کو چھو لیتی ہیں۔

"اللہ میاں جی" (ناولٹ) کا موضوع تصوف ہے جو آگے چل کر روحانیت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ایک نوجوان بیوی کی کہانی ہے جو اپنے شوہر وکیل صاحب کے مرنے کے بعد اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہیں۔ عمران کی اِتنی زیادہ نہیں لیکن سب انہیں بڑی اماں پکارتے ہیں۔ بڑی اماں سخت گیر طبیعت کی مالک تھیں۔ اُن کے پوتے اسجد کو ایک عیسائی لڑکی پسند آجاتی ہے یہ بات گھر میں ایک بڑا طوفان برپا کر دیتی ہے۔ فلورا نامی لڑکی اسجد کے خاندان میں رہنے لگی۔ شادی کے لئے شرط رکھی گئی کہ اُس کا مسلمان ہونا ضروری ہے محبت میں بڑی طاقت ہے۔ وہ لڑکی فلورا اسجد کی محبت میں اپنا مذہب تبدیل کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے اسلام قبول کرنے کے بعد اُس کا نام" فاطمہ" رکھا جاتا ہے۔ ناولٹ مصنفہ کے ساتھ بیتے سچے واقعہ پر مبنی ہے۔

> " یہ ناولٹ جب میں نے لکھا تو میں غیر شادی شدہ تھی بہت عرصہ اس کی کہانی میرے دماغ میں رہی اور میں اِسے کہانی کی صورت میں لانا چاہتی تھی۔ اس کے لئے مجھے بہت انتظار کرنا پڑا۔ پھر اللہ کی طرف سے مجھے توفیق ملی اور میں نے اُسے لکھا۔ شاید مجھے ایسے لمحے کا انتظار تھا کیونکہ یہ ایک روحانی تجربہ تھا اور یہ میری ذات پر بیتا جو اپنے اندر بڑی حساسیت

رکھتا تھا۔ اس لئے میں اسے بڑا سوچ سمجھ کر لکھنا چاہتی تھی کیونکہ جب یہ واقع پیش آیا تو میں پوری جان سے کانپ گئی تھی۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا جب یہ واقعہ پیش آیا میں اتنی خوف زدہ ہوئی کہ بھاگ کر اپنے اباجی کے کمرے میں گئی ان کے سینے پر سر رکھا اور زارو قطار رونا شروع کر دیا۔ میں تھر تھر کانپ رہی تھی میرا رنگ زرد تھا اور میرے آنسو بہے جارہے تھے۔ اباجی مجھے دیکھ کر ایک دم پریشان ہو گئے۔ آہستہ آہستہ میرے سر کو سہلایا اور کہا بیٹی کیا ہوا؟ تھوڑی دیر بعد جب میرے حواس بہتر ہوئے تو میں نے روتے اور خوف زدہ انداز میں انہیں بتایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے نور کا دیدار کیا ہے انہوں نے مجھے سینے سے لگایا اور کہا بیٹی اِس واقعہ کا ذکر کسی اور سے مت کرنا۔" (۳)

"اللہ میاں جی " انتہائی دلچسپ اور اصلاحی پہلو اپنے اندر لیے ہوئے ہے کہ حسن اخلاق اور اچھے روے بعض اوقات انسان کی کایا پلٹ دیتے ہیں۔ ایک غیر مسلم لڑکی ایک مسلمان گھرانے کے اچھے رویے اور رواداری کی وجہ سے عیسائیت کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیتی ہے۔

لالہ صحرائی (ناولٹ) جغرافیائی ناولٹ ہے۔ صحرا چولستان کے رہنے والے لوگوں کی کہانی ہے۔ کسی حد تک اسے تاریخی بھی کہا جاسکتا ہے۔ جس میں صحرا کا کلچر، لوگ، عادات واطوار، رسم ورواج اور رہن سہن کے طور طریقے اور صحرائی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کی مشکلات کو ظاہر کیا ہے۔ اس میں چولستان میں رہنے والے لوگوں کی نفسیات، اُن کی ہنر مندی، خوراک اور خاص کھانوں کو ذکر ملتا ہے۔ صحرا میں رہنے والے لوگوں کی روایات وہاں کے جانور، پرندے، داستانیں اور Tabos کا ذکر ملتا ہے۔ بشریٰ کہتی ہیں :

"بہاولپور میری جنم بھومی ہے اور میں صحرا کی پیداوار ہوں جب میں اسمبلی کی ممبر تھی تو مجھے صحرائے چولستان میں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے وہاں کے لوگوں کی مشکلات کو قریب سے دیکھا۔ میں جب واپس آئی تو شہروں کی سہولیات کو دیکھا اور اُن لوگوں کی محرومیوں کو دیکھ کر میں نے یہ ناولٹ لکھا کہ وہاں پر ترقیاتی کام کیوں نہیں ہو پاتے۔ یہ لوگ اتنی مشکل زندگی کیوں گزار رہے ہیں۔" (۴)

"لالہ صحرائی" اپنے اندر تہذیبی اور ثقافتی پہلو لئے ہوئے ہے۔ جس میں صحرا چولستان کی تاریخ، وہاں کا رہن سہن، رسم ورواج، لوگوں کے رویے اور اُن کی سوچ کو جس قدر خوبصورت انداز میں بشریٰ نے پیش کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس علاقے کی رہنے والی بشریٰ رحمٰن نے اپنی مٹی کا قرض اتار دیا ہے۔

اس ناولٹ میں علی مرتضیٰ جو ایک سیاح ہے اور وہ چولستان کی سیر کیلئے جاتا ہے وہاں اُسے ایک لڑکی سے محبت ہو جاتی ہے اور جس طرح گاؤں میں لوگ اُس کی خاطر مدارت کرتے ہیں۔ وہ حیران ہوتا ہے اور سوچتا ہے کہ شہروں میں تو یہ رویے ناپید ہوگئے ہیں۔

> "دوپہر کو اپنے مخصوص وقت پر سکھو کھانا پکا کر لے آئی تھی۔ آج میں نے تمہارے لئے کھمبیاں پکائی ہیں۔ علی نے سالن کا ڈھکنا اُٹھایا تو اُسے کالی اور سفید چھوٹی چھوٹی چھتریاں سی پلیٹ میں نظر آئی۔ یہ تو چھتریاں ہیں۔ سکھو ہنس پڑی۔۔۔ صحرا میں بارش ہوتی ہے تو اس کے فوراً بعد یہ بوٹی اُگ آتی ہے اس پر کھمبیاں لگتی ہیں اور ہم لوگ اُنہیں پکا کر کھاتے ہیں۔" (۵)

صحرا میں رہنے والوں کی خوراک، طرز معاشرت کو" لالہ صحرائی " میں بشریٰ رحمٰن نے بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ ناولٹ کے ساتھ ساتھ یہ ایک تاریخی دستاویز لگتا ہے۔ ناول کے کچھ حصے انتہائی دلچسپ ہیں۔ سیاح مرتضیٰ اپنی میزبان سکھو سے پوچھتا ہے صحرا میں بہت سانپ ہوتے ہیں اور اگر سانپ مجھے ڈس لے تو تم کیا کرو گی؟ سکھو تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی:

> "سائیں صادق دوست دیکھے ہیں صادق دوست کہاں رہتے ہیں اور کون ہیں۔ یہاں صحرا میں ایک مشہور پرندہ ہے جسے آپ لوگ غالباً ہنس کہتے ہیں دریا کے کنارے رہتا ہے۔ نر اور مادہ ایک ساتھ رہتے ہیں انہیں ایک دوسرے سے محبت ہوتی ہے اگر ان میں سے ایک شکاری کی گولی کا نشانہ بن جائے یا مر جائے تو دوسرا اُس کی لاش کے پاس بیٹھ کر اپنا سینہ لمبی چونچ سے زخمی کر لیتا ہے اور سینے کا گوشت نوچ نوچ کر وہیں مر جاتا ہے۔ علاقے کے لوگ اُنہیں "صادق دوست" کہتے ہیں۔" (۶)

بہاولپور جائیں تو اکثر پرانی عمارتوں پر ان پرندوں اور سرکاری دستاویز پر دو پرندے (ہنس) ایک دوسرے کیساتھ سینہ ملا کر بیٹھے نظر آئیں گے۔ بشریٰ رحمٰن نے صحرائے چولستان میں موجود رسم ورواج،

لوگوں کا رہن سہن، تہذیت و ثقافت کو بیان کر کے اپنی جنم بھومی کا قرض اتارنے کی کوشش کی ہے۔ بشریٰ رحمٰن کی تحریریں اصلاح سے بھرپور ہوتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ادب کی چاشنی سے محروم نہیں ہوتی اور یہی بڑے ادیبوں کا خاصا ہوتا ہے کہ خشک بات میں بھی دلچسپ عناصر کو شامل کر کے قاری کے ذوق کی تسکین کا باعث بناتے ہیں۔

"بہشت" ناولٹ ایک ماں اور بیٹے کی کہانی ہے۔ "بہشت" کی ماں ایک بیوہ عورت ہے اور اُس کا ایک ہی بیٹا ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اکلوتے بیٹے سے زیادہ لاڈ پیار کیا جائے تو وہ بگڑ جاتا ہے۔ وہ سکول میں اُستانی ہے اور بچوں کی نفسیات کو خوب جانتی ہے وہ بڑے نفسیاتی انداز میں اپنے بیٹے کی پرورش کرتی ہے وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے بیٹے کو امریکہ بھجواتی ہے وہ پڑھ لکھ کر وہاں شادی کر لیتا ہے پھر اُس کے ہاں بھی ایک بیٹا پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی ماں پاکستان میں اکیلی رہ رہی ہوتی ہے وہ ہر ہفتے اپنے بیٹے کو خط لکھا کرتی تھی پھر وہ بیمار رہنے لگی۔ اکیلا پن اور تنہائی یہ سب اُس کیلئے بہت مشکل بن گئے اُس نے بیماری کی حالت میں پچاس خط لکھے۔ انہیں اپنے کمرے میں ایک صندوق میں بند کیا اور اپنے ملازم کو تاکید کی کہ اجمل اُسکا بیٹا جسے وہ پیار سے اجو کہتی تھی اُسے ہر ہفتے یہاں سے ایک خط پوسٹ کرتا رہے۔ بیٹے کو اس کی بیماری کا نا بتائے جب تک کہ وہ خود وطن واپس نہ آئے۔ اُس کو باقاعدگی سے ہر ہفتے ایک خط بھیجتا رہے۔ کچھ عرصہ بعد اجو کی والدہ کا انتقال ہو جاتا ہے ملازم باقاعدگی سے اُس کے بیٹے کو خط بھیجتا رہتا ہے۔

وہاں امریکہ میں اُس کے بیٹے کو احساس ہوتا ہے کہ اُس کی بیوی بیٹے کی پرورش درست انداز میں نہیں کر رہی۔ وہ فیصلہ کرتا ہے کہ اپنے بیٹے کو پاکستان امی کے پاس چھوڑ کر آئے تاکہ وہ اُس کی تربیت بہتر انداز میں کریں۔ وہ اپنے بیٹے کو لے کر پاکستان آتا ہے جب دونوں باپ بیٹا گھر پہنچتے ہیں تو اُسے گھر میں سناٹا لگتا ہے اپنی ماں کو آوازیں دیتا ہے اسی اثناء میں نوکر آتا ہے اجو اور اُس کے بیٹے کو اسکی ماں کے کمرے میں لے جاتا ہے اور بتاتا ہے کہ بیگم صاحبہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ آپ کو بتانے سے انہوں نے منع کیا تھا اجو سوال کرتا ہے کہ مجھے خط کون لکھتا تھا تو ملازم بتاتا ہے کہ بیگم صاحبہ آپ کے لئے خط لکھ کر مجھے دے گئیں تھی کہ میں آپ کو بھیجتا رہوں۔ بقیہ خطوط اس صندوق میں پڑے ہیں بیٹا دیوانہ وار اُس صندوق کی طرف جاتا ہے اُسے کھولتا ہے اس دوران اجمل کا بیٹا اپنی دادی کے کمرے کی کھڑکی کھول دیتا ہے تیز ہوا کا

جھونکا اندر آتا ہے اور صندوق میں موجود خط اُڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اجو کبھی ایک خط کو پکڑتا ہے کبھی دوسرے خط کو جو ہوا میں اُڑ رہے ہوتے ہیں اور بے تحاشہ رو رہا ہوتا ہے۔ ناولٹ ”بہشت“ کی کہانی کے حوالے سے بشریٰ رحمٰن کہتی ہیں:

”اُس وقت میرا بیٹا مبشر تقریباً چودہ پندرہ برس کی عمر کا تھا میں نوجوان بیٹے کی تربیت کے مرحلے سے گزر رہی تھی اُن تمام نکات کو سامنے رکھ کر میں نے یہ کہانی لکھی۔ جب میرے بیٹے کی سولہویں سالگرہ آئی تو یہ کہانی ناولٹ کی صورت میں شائع کی۔ اور اپنے بیٹے کو بھیجی جو PAF کالج سرگودھا میں فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا۔ اُس کے اوپر کہانی کا بے حد اثر ہوا اور اُس نے جواب میں مجھے ایک طویل خط لکھا جو انگلش میں تھا۔ اُس نے لکھا امی جان روز آپ کو جواب لکھنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن جب میں لکھنے بیٹھتا ہوں تو میرا صفحہ آنسوؤں سے بھر جاتا ہے اور پھر میں اگلے دن خط لکھنے کا سوچتا ہوں اور پھر وہی ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کو خط لکھنے میں مجھے پورا ایک مہینہ لگا۔ بشریٰ بتاتی ہے کہ وہ خط ابھی بھی اُن کے پاس موجود ہے اور اُس پر آنسوؤں کے قطرے بھی موجود ہیں۔“(۷)

ناولٹ ”بہشت“ ایک نہایت پُرسوز ناولٹ ہے خاص طور پر والدین کیلئے اور خصوصی طور پر ماں کیلئے بیٹے بہت اہم ہیں کیونکہ ماں بچے کی تعلیم و تربیت میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جب لڑکا اور لڑکی جوان ہو رہے ہوتے ہیں تو اُن کے اندر بغاوت کے جذبات زیادہ ہوتے ہیں اُس دور میں ان کو سنبھالنا، اُن کے اخلاق و کردار اور تعلیم و تربیت پر خاص دھیان دینا ایک آرٹ ہے جو ہر والدین چاہتے ہیں کہ اُن کے بچے ایک متوازن شخصیت کے مالک بنیں۔ بشریٰ رحمٰن اس ناولٹ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتی ہیں:

”جب یہ ناولٹ چھپا تو مجھ سے کئی والدین نے رابطہ کیا اور کہا کہ ہمیں بچوں کی پرورش کرنے کے نئے انداز کا پتہ چلا ہے کہ ’ ’ٹین ایجر“ بچوں کے ساتھ کیسے سلوک کیا جانا چاہیے۔“ (۸)

کہانی میں کئی ایسے موڑ آتے ہیں جو قاری کو حیران کر دیتے ہیں کہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہانی کا مرکزی کردار اجمل ایک انتہائی نفیس آدمی بن کر ابھرتا ہے۔ ناول کے آغاز میں مصنفہ بڑی چونکا دینے والی سطریں لکھتی ہیں:

"مجھے یاد نہیں کہ مجھے اپنی ماں سے نفرت کب ہوئی۔" (۹)

اس جملے سے اندازہ ہوتا ہے کہ قاری نے جب یہ فقرہ پڑھا ہوگا تو اُس کے شوق کو ہوا ملی ہوگی۔ اس حوالے سے بشریٰ رحمٰن نے بڑا دلچسپ تبصرہ کیا ہے۔ بشریٰ کہتی ہیں :

"میں نے قاری کو چونکانے کیلئے یہ جملہ لکھا تاکہ وہ ناول کی کہانی کے ساتھ دوڑ پڑے اور دوڑتا چلا جائے۔" (۱۰)

ایک بیوہ ماں جو اپنے اکلوتے بیٹے کو بڑی محبت اور ایک خاص نفسیاتی فضا میں پالتی ہے تاکہ اُس کا اکلوتا بیٹا ایک بہترین انسان بنے کیونکہ اُس بیوہ ماں کی کل متاع اُس کا یہی بیٹا اجمل (اجو) ہے۔ جو اُس کی تمام تمناؤں کا حاصل ہے اُس پر وہ کسی قسم کا سمجھوتا کرنے کو تیار نہیں۔ بشریٰ رحمٰن کہتی ہیں :

"یہ ناولٹ اُن لاپرواہ ماؤں کیلئے لکھا گیا ہے جو لڑکپن کی عمر میں بچوں کی تربیت پر دھیان نہیں دیتی۔" (۱۱)

ناولٹ سادہ پلاٹ اور مختصر کرداروں پر مبنی ہے لیکن اس کے باوجود انتہائی متاثر کن ہے اس کے اندر مصنفہ کی فکر کا ایک خاص انداز نظر آتا ہے جو والدین اور بچوں کی تربیت کیلئے نہایت مفید انداز لئے ہوتے ہیں۔ یہ ایک نفسیاتی ناول ہے جس میں بچوں کی نفسیات اور خاص طور پر وہ عمر جس میں بچے کی شخصیت بن رہی ہوتی ہے۔ نفسیات دانوں کے مطابق یہ نہایت اہم دور ہوتا ہے اچھی تربیت سے آپ اپنے بچوں کی شخصیت کو پختہ اور کارآمد بنا سکتے ہیں۔

منظر نگاری بھی اپنے عروج پر ہے جب اجمل اپنے بیٹے کے ساتھ واپس آتا ہے ماں کے کمرے میں جاتا ہے خطوں کا صندوق کھولتا ہے خطوں کا ہوا میں اڑنا اور اجمل کا انہیں بھاگ بھاگ کر پکڑنا اور یہ کہنا کہ ماں تم اپنے ساتھ میری خود اعتمادی بھی لے گئیں نہایت متاثر کن ہے۔

پے انگ گیسٹ (ناولٹ) افریقہ اور مشرقی پاکستان کے پس منظر میں لکھی گئی ایک خاندان کی کہانی ہے جو افریقہ میں مقیم مسلمان خاندان ہے اس خاندان کے کچھ لوگ مشرقی پاکستان سے ہجرت کر آئے اور یہاں پر انڈسٹری لگائی۔ یہ ایک خوشحال خاندان تھا ناولٹ کا مرکزی کردار زین العابدین (زین) نیروبی سے آیا ہے وہ کراچی میں مسز معروف کے ہاں پے انگ گیسٹ کے طور پر ٹھہرتا ہے یہاں وہ اپنی ایک کزن کی تلاش میں آیا ہے جس کا خاندان مشرقی پاکستان میں آباد تھا۔ کاروبار میں نقصان کے باعث وہ مغربی

پاکستان ہجرت کر آتا ہے اُس کے بعد اُن کا کوئی اتا پتہ معلوم نہیں ہوتا۔ اُنہی لوگوں کو ڈھونڈنے کیلئے زین افریقہ سے کراچی آتا ہے۔

زینی مسز معروف کے ہاں نوکرانی کے طور پر کام کر رہی ہے جو زین کی کزن ہے جس کی تلاش میں وہ یہاں آیا ہے لیکن زینی کو نہیں معلوم کہ زین اُس کا چچازاد بھائی ہے۔ مسز معروف اور مسٹر معروف نے زینی کے ماں باپ کی دولت اور گھر پر قبضہ کر کے اُسے نوکرانی بنا رکھا ہوا ہے۔ آخر کار زین ان تمام رازوں سے پردہ اُٹھاتا ہے زینی سے شادی کر کے مسز معروف فیملی کو اُن کے انجام سے دوچار کرتا ہے۔ بشریٰ نے معاشرے کا دوغلا پن اور رسم و رواج بڑے موثر انداز میں تحریر کیے ہیں کہ لوگ کس طرح اپنی تہذیب و ثقافت کو بھول کر ایسے انداز اپنا لیتے ہیں جو انہیں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں دیتے۔

بشریٰ نے ہمارے معاشرے میں مادیت پرستی، اخلاقی انحطاط اور منافقانہ رویوں کی نشان دہی کی ہے۔ انہوں نے اپنے قلم سے ہمارے معاشرے کے سچے مرقعے کھینچے ہیں۔ عوام الناس کی پریشانیاں اور مسائل اُن کی تحریروں کا حصہ ہیں۔ معاشرے کی بدلتی ہوئی اقدار پر اُن کی بھرپور نظر ہے۔

بشریٰ رحمٰن کا ناولٹ "چاند سے نہ کھیلو" معاشرتی رویوں پر مشتمل ہے۔ اس کی کہانی ایک خاندان کے گرد گھومتی ہے جس میں لڑکی امریکہ پڑھنے آتی ہے اور وہاں اُسے ایک پاکستان سے آئے ہوئے لڑکے سے محبت ہو جاتی ہے۔ لڑکی روشن خیال خاندان سے تعلق رکھتی ہے لہذا اُسے اُس لڑکے (زنیر احمد) کے ساتھ میل جول میں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ لڑکا بظاہر شریف النفس دکھائی دیتا ہے زارا ماڈرن سوچ رکھنے کے باوجود مرد و عورت کے تعلقات میں حد بندی کی قائل ہے۔ زنیر احمد کی شرافت اُسے بہت متاثر کرتی ہے وہ دونوں ایک دوسرے کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور آخر کار نوبت شادی تک جا پہنچتی ہے۔ شادی کے بعد زارا انتہائی خوش ہوتی ہے جیسے اُس نے کائنات کی ساری خوشیاں پا لی ہوں۔ شادی کے تقریباً ۱۵ روز بعد اُس کا شوہر اُسے بتاتا ہے کہ میرے والد کو دل کا دورہ پڑا ہے اور مجھے واپس جانا ہے زارا اُسے فوراً پاکستان جانے کا کہتی

ہے وہ اُسے دلاسہ دیتا ہے کہ میں جلد لوٹ آؤں گا یا پھر تمہیں پاکستان بلا لوں گا۔ زارا انتظار کی گھڑیاں کاٹ رہی ہوتی ہے کہ ایک دن اُسے زنیر احمد کا خط ملتا ہے جس میں وہ اُسے بتاتا ہے کہ میرے والد کو دل کا دورہ نہیں پڑا تھا میں شادی شدہ ہوں اور میری تین بیٹیاں ہیں۔ امریکہ میں طلاق کو معیوب خیال نہیں

کیا جاتا اس لئے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا میری تین بیٹیوں کے مستقبل کا سوال ہے امید ہے تم محسوس نہیں کرو گی۔ یہ ناولٹ دراصل ہمارے سماجی رویوں پر طنز ہے شفیق الرحمن اس ناولٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> ”بشریٰ رحمن صاحبہ اردو ادب میں نمایاں مقام رکھتی ہیں ان کے افسانے، ناولٹ اور سفر ناموں کے قارئین کا حلقہ وسیع ہے ان کی تحریریں ہماری طرز معاشرت کی عکاسی کرتی ہیں ان کے موضوعات میں خاصہ تنوع ہے۔“ (۱۲)

اس میں شک نہیں کہ بشریٰ رحمٰن معاشرے کی نبض شناس ہیں۔ عورت جو ازل سے مرد کی محبت کے ٹانک کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھ لیتی ہے۔ زارا کی محبت کا بھی یہی انجام ہوا۔ زنیر احمد جو تعلیم کی غرض سے امریکہ آیا تھا شادی شدہ تھا اور تین بچوں کا باپ تھا زارا کی زندگی میں بہت بڑا سوالیہ نشان چھوڑ گیا اپنے جذبات کی تسکین کیلئے ایک لڑکی کی زندگی برباد کر گیا۔

> ”زارا نے اپنا سر گھٹنوں پر رکھ لیا اور قطار اندر قطار نیر اُس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ تو میرے ہم وطن ۔۔۔ میرے ہم مذہب۔۔۔۔ میرے ہم تہذیب زنیر احمد صدیقی ۔۔۔ تو نے مجھے عرش سے فرش پر پھینکا۔ مجھے داغِ تمنا دیا۔۔۔ میری کوری زندگی پر سیاہی چھینکی آرزوؤں کے لق و دق صحرا میں آبلہ پا چھوڑ دیا اس لئے کہ تمہارے تین بیٹیاں ہیں اور تمہیں ان کے مستقبل کی فکر ہے اس لئے تم نے کسی کی بیٹی کی زندگی برباد کر دی۔“ (۱۳)

عورت محبت میں مرد پر اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہو جاتی ہے اُسے اس بات کا اندازہ تک نہیں ہوتا کہ مرد کی محبت کے پیچھے اپنی غرض چھپی ہوئی ہے۔ تو زنیر احمد صدیقی لکھتا ہے:

> ”اس امریکہ میں ایسی لڑکیاں مل جاتی ہیں جو ایک رات، ایک ہفتہ، ایک مہینہ یا ایک سال کا سودا کر لیتی ہیں۔ یہاں شادی کے بغیر اپنانا ایک فیشن بن گیا ہے یہاں آدم و حوا کے روپ کو کوئی نہیں پہنچانتا۔“ (۱۴)

اس ناولٹ میں بشریٰ رحمٰن نے تہذیب، کلچر، مذہب، انسانی رویے، خود غرضی اور معاشرے میں موجود مجموعی طور پر ایسے افراد کے چہرے سے نقاب اُٹھایا ہے جو اپنی اغراض کی خاطر لوگوں کی زندگیاں برباد کرتے ہیں انہیں اور اس بات کا اُنہیں ملال بھی نہیں ہوتا۔

قفل، معمولی آدمی، ایک آوارہ کی خاطر، شرمیلی اور چاند سے نہ کھیلو یہ سب ناولٹ انسانی صورتحال کی مختلف حالتیں، موضوعات اور لینڈ سکیپ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں جذبہ، رومان، تخیل پسندی کے عناصر کیساتھ ساتھ سماجی اور معاشرتی حقیقت پسندی بھی ہے۔ عقیلہ شاہین لکھتی ہیں :

> ''اللہ میاں جی اور بت شکن جیسے ناولٹوں میں اپنے ارد گرد کے لوگوں کو سانس لیتے پایا۔ بشریٰ رحمٰن افسانوی ادب کا وہ جمال ہے جسے عورت اور مرد کے جذبات و احساسات اور اُن کی نفسیات پر کامل اور گہری دسترس ہے۔ وہ معاشرتی و سماجی زندگی کی نازک اور تلخ حقیقتوں کو رومان کے دھنک رنگوں میں ڈبو کر یوں سامنے لاتی ہے کہ اس کا حرف حرف سانس لیتا ہے۔'' (۱۵)

اس ناولٹ میں بھی بشریٰ رحمٰن نے انسانی کردار مثبت اور منفی دونوں کو مضبوط سوچ کے ساتھ تخلیق کیا ہے اور یہی اُن کی کہانیوں کا خوبصورت پن ہے جو اُن کی کہانیوں میں وحدت کے تاثر کو قائم رکھتا ہے اور قاری کی دلچسپی کم نہیں ہوتی۔

ناولٹ '' قفل'' میں بشریٰ رحمٰن ایک مضبوط نسائی کردار کو سامنے لائی ہیں۔ باسمہ جو ایک باکردار عورت ہے لیکن قدرت کی طرف سے ایک ایسی کمی اُس کے اندر آگئی ہے جس پر اُس کا اختیار نہ تھا کیونکہ وہ بانجھ تھی اور بچہ پیدا نہیں کر سکتی تھی۔ اِسی بنا پر اُس کا خاوند معاشرتی دباؤ کی وجہ سے اُسے چھوڑ دیتا ہے۔ باسمہ جو اپنے خاوند سے شدید محبت کرتی ہے یہ اُس کیلئے انتہائی دردناک لمحات ہوتے ہیں۔

> '' جمعرات کی شام باسمہ اس کا عجیب انداز میں سواگت کرتی ہے باسمہ کا یہ انداز امان کو بڑا اچھا لگتا ہے۔۔۔ اور اگلے دن جمعہ ہوتا ہے وہ دیر سے اُٹھے۔۔۔ سارا دن اور سارے لمحے اپنے ہوتے ہیں وہ بستر پر بڑا حکم چلایا کرتا اور باسمہ زر خرید لونڈی بنی ادھر سے اُدھر بھاگ کر اُس حکم بجالاتی۔ اگر اس روز اس کا کوئی قریبی دوست آجاتا تو وہ اُسے بھی وہیں اپنے بیڈ روم میں بلا لیتا۔ پورا جمعہ اسی طرح گزرتا کہ وہ اگلے ہفتے کے لئے تازہ دم ہو جاتا ہے اور یہی چھٹی کا مقصد بھی ہوتا ہے۔'' (۱۶)

اللہ میاں جی کی '' فلورا'' بت شکن کی '' دل آویز'' اور لالہ صحرائی کی ''سکھو'' کے کردار بھی مثالی ہیں۔ وہ فلورا کے حوالے سے کہتی ہیں :

”فلورا کا کردار انتہائی پسند کیا گیا میرے پاس خطوں کے ڈھیر لگ گئے اور سب نے کہا کہ ہم نئے سِرے سے ایمان لائے ہیں۔“(۱۷) سکھو کے کردار کے بارے میں کہتی ہیں :

[illegible] آبا کو ایسی ثقافت سے روشناس [illegible] کے بارے میں پاکستان میں رہتے ہوئے بھی لوگ نہیں جانتے تھے۔“ (۱۸) ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں :

”لالہ صحرائی میں بشریٰ رحمٰن کے کرداروں کا میلہ بھی بے شک محبت کا عالمگیر، دائمی اور سدا بہار جذبہ اور اُن کے کردار محبت کی دھیمی دھیمی آگ میں سلگتے رہتے ہیں۔“ (۱۹)

بشری نے اپنے ناولٹوں میں بڑے مضبوط اور خوبصورت کردار پیش کئے ہیں جو ارتقاء پذیری کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن صرف انہی حدود تک جہاں تک اس کا پلاٹ اجازت دیتا ہے وہ قاری کو مطمئن کرنے کے ساتھ ساتھ کہانی کے مکمل ہونے کا احساس بھی دلاتے ہیں مثبت یا منفی کردار، زنانہ یا مردانہ، اہم یا غیر اہم کسی بھی کردار کی پیش کش میں بشری جھول نہیں لائیں بلکہ اپنے مکالموں اور محاورات سے اُن کرداروں میں جان ڈال دی۔ اپنی طرزِ تحریر کے حوالے سے کہتی ہیں :

”میں نے اردو لٹریچر اور فارسی شاعری کا بھی مطالعہ کیا ہے مجھے عادت ہے کہ میں کلام پاک بھی ترجمہ سے پڑھتی ہوں۔ اس طرح تین زبانوں کو بار بار پڑھنے سے ایک بہت بڑا ذخیرہ بن گیا بچپن سے علامہ اقبال کی شاعری سے بھی متاثر تھی جدید اصلاحات اور نئے الفاظ اس لئے ہمیشہ سوچا کرتی تھی کہ مجھے نثر میں یہی انداز اختیار کرنا تھا۔ گھسے پٹے محاورات اور بوسیدہ اصطلاحات کو چھوڑ کر میں تر و تازہ الفاظ کے ساتھ نئی اصطلاحات کو جنم دوں اور شاعرانہ انداز میں نئے محاورے جنم دوں جو انسانوں کے قدیم جذبات کو بھی جدید معنی پہنا دیں۔ اسلئے میرے ذہن میں خود بخود ناولٹ لکھتے وقت نئی سے نئی اصلاحات آنا شروع ہو گئیں میں نے تمام زنگ آلود اور پرانی اصلاحات کو نکال باہر کیا اور جب لوگوں نے داد دی تو لاشعوری طور پر کام ہونے لگا۔“ (۲۰)

ایک مصنف کا اپنی تحریر پر اعتماد ہی اس کا مقام متعین کرتا ہے۔ ناول، ناولٹ اور افسانہ میں بشری نے نہ صرف اپنے جوہر دکھائے بلکہ ادب کو اصلاح پسندی کا ایک خوبصورت اور مقصدی انداز بھی دیا۔

حوالہ جات

۱۔ ادبی تحقیق اور ناول، کراچی: مکتبہ اسلوب، ۱۹۶۳ء، ص ۱۲۵

۲۔ انٹرویو، ۲۵ دسمبر بروز جمعہ، شام ۴ بجے، ۸ سی احمد بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، ۲۰۲۰ء۔

۳۔ انٹرویو، ۲۵ دسمبر بروز جمعہ، شام ۴ بجے، ۸ سی احمد بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، ۲۰۲۰ء۔

۴۔ انٹرویو، ۲۵ دسمبر بروز جمعہ، شام ۴ بجے، ۸ سی احمد بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، ۲۰۲۰ء۔

۵۔ بشریٰ رحمٰن، لالہ صحرائی، نئی دہلی، بیسوی صدی پبلی کیشنز، ۱۹۸۴ء، ص ۸۷

۶۔ ایضاً، ص ۱۳۸۔۱۳۹

۷۔ انٹرویو، ۲۵ دسمبر بروز جمعہ، شام ۴ بجے، ۸ سی احمد بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، ۲۰۲۰ء۔

۸۔ انٹرویو، ۲۵ دسمبر بروز جمعہ، شام ۴ بجے، ۸ سی احمد بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، ۲۰۲۰ء۔

۹۔ بشریٰ رحمٰن، بہشت، رسالہ، وطن دوست، ص ۱

۱۰۔ انٹرویو، ۲۵ دسمبر بروز جمعہ، شام ۴ بجے، ۸ سی احمد بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، ۲۰۲۰ء۔

۱۱۔ انٹرویو، ۲۵ دسمبر بروز جمعہ، شام ۴ بجے، ۸ سی احمد بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، ۲۰۲۰ء۔

۱۲۔ بشریٰ رحمٰن، ناولٹ، چاند سے نہ کھیلو، لاہور، خزینہ علم وادب، ۲۰۰۲ء، ص ۶

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۵

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۵

۱۵۔ عقلیہ شاہین، ''گلاب باتوں اور صندل خوابوں کی شاعرہ بشریٰ رحمٰن''، مشمولہ، بیاض، جلد ۱۳، جنوری ۲۰۰۵ء، شمارہ نمبر ۱، ص ۴۱

۱۶۔ بشریٰ رحمٰن، ناولٹ، قفل، ص: 35

۱۷۔ انٹرویو، ۲۵ دسمبر بروز جمعہ، شام ۴ بجے، ۸ سی احمد بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، ۲۰۲۰ء۔

۱۸۔ انٹرویو، ۲۵ دسمبر بروز جمعہ، شام ۴ بجے، ۸ سی احمد بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، ۲۰۲۰ء۔

۱۹۔ انور محمود خالد، ڈالٹر، الحمرا، لاہور، مارچ ۲۰۰۵ء، ص: ۲۸

۲۰۔ انٹرویو، ۲۵ دسمبر بروز جمعہ، شام ۴ بجے، ۸ سی احمد بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، ۲۰۲۰ء۔